

۶ نومبر ۱۹۷۷ء کی سہ پہر کو مسجد اقصیٰ کے صحن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع سے جو الوداعی خطاب فرمایا تھا اس کا مکمل متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:-

ہمارا قدم آگے بڑھنا چاہیے

ہمارے سالانہ اجتماع ہر سال ہوا کرتے ہیں لیکن بیچ میں کچھ وقفہ پڑ گیا۔ ۳۷ء کے بعد چوتھے سال یہ اجتماع ہوا ہے۔ کچھ اس کی وجہ سے اور کچھ میں سمجھتا ہوں مرکزی تنظیم کی سستی کی وجہ سے ۳۷ء کی نسبت اس اجتماع میں کم مجالس شامل ہوئی ہیں حالانکہ ۳۷ء کی نسبت بیسیوں نئی مجالس اور جماعتیں پاکستان میں قائم ہو چکی ہیں۔ امسال شامل ہونے والی مجالس کی تعداد ۴۹۳ ہے جبکہ ۳۷ء میں ۵۴۶ تھی۔ خدام بیرون ۱۹۵۴ اور ربوہ کے ۱۸۵۶۔ کل خدام ۳۸۱۰۔ اب جو غلطی ہو گئی وہ تو ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ آئندہ سال یہ غلطی نہیں ہونی چاہیے۔ ہمارا قدم آگے بڑھنا چاہیے۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ کے ذمہ چندہ اطفال الاحمدیہ وقف جدید لگایا گیا ہے۔ یعنی احمدی گھرانوں میں چھوٹی عمر کے اطفال اور ناصرات (بھائیوں اور بہنوں) کے ذمہ سال رواں کے لئے مجموعی طور پر ایک لاکھ کا بجٹ تجویز ہوا تھا اس میں سے وعدے ۶۸ ہزار کے ہوئے اور وصولی اس وقت تک صرف ۲۸ ہزار کی ہے۔ اس لئے میں خدام الاحمدیہ کے ہر جگہ کے مقامی عہدیداران، خواہ وہ اس اجتماع میں شامل ہوئے ہیں یا سستی کی وجہ سے نہیں آسکے، کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ایک تو اپنے بجٹ کے مطابق وعدے پورا کرنے کی کوشش کریں اور دوسرے وصولی کی رفتار بھی بڑھائیں اس وقت تک وصولی غالباً نصف ہونی چاہیے تھی اس میں ۲۸ ہزار کی کمی ہے اس کمی کو پورا کرنے کی طرف توجہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ میں نے جمعہ کے روز اپنی تقریر میں آپ بھائیوں اور بچوں کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا بپا کردہ انقلاب عظیم آخری زمانے میں عروج کی منزلیں طے کرنے کے لئے زمانہ کے لحاظ سے اپنے دوسرے دور میں داخل ہو چکا ہے اور اس زمانہ کے متعلق قرآن کریم میں پیشگوئی کی گئی ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ امت

۱ (یہ تقریر اسی جلد کے صفحہ 435 پر درج ہے۔ ایاز)

محمدیہ کو بشارتیں دی گئی ہیں کہ لیظہرہ علی الدین کلہ کی بشارت کے مطابق دین اسلام تمام ادیان اور تمام ازمز (ISMS) پر غلبہ حاصل کرے گا۔ میں علی الدین کلہ کے معنی محض مذاہب نہیں کرتا بلکہ انسانی دماغ میں تمدن اور معاشرہ اور اقتصادیات کے جو اصول بنا لیے ہیں اور جو لوگوں کے نزدیک مذہب کے قاسم مقام بن چکے ہیں ان کو بھی میں اس میں شامل کرتا ہوں یعنی میرے نزدیک لیظہرہ علی الدین کلہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دین اسلام کی صداقت عیسائیوں پر تو واضح ہو جائے گی لیکن کمیونسٹ دہریوں پر واضح نہیں ہوگی بلکہ جو اشتراکی نظام ہے جسے انہوں نے مذہب کی بجائے اپنے ملک اور اپنے زیر اثر علاقوں میں قائم کر رکھا ہے اس پر بھی اسلام اپنے روحانی اور اخلاقی اور علمی اصول کے ذریعہ غالب آئے گا اور ان سے بھی اپنا سکھ منوائے گا اور ان اقوام کو بھی جو مذہب کے نام سے تو دور ہٹ چکی ہیں لیکن جنہوں نے اپنی عملی زندگی کے لئے فلسفیانہ اصول بنا لئے ان کو ماننا پڑے گا کہ نہ کوئی پرانا دین اس زمانے میں کام آتا ہے اور نہ ان کی عقل ان کو نجات کی راہ دکھلا سکتی ہے اور اس کے نتیجے میں نوع انسانی امت واحدہ بن کر اور ایک خاندان کے طور پر محمد ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے گی۔

انقلابِ عظیم اور دو بنیادی مطالبے

یہ انقلابِ عظیم جو محمد ﷺ کے ذریعہ آج سے قریباً چودہ سو سال پہلے پکا گیا تھا وہ اب جیسا کہ میں نے بتایا ہے اپنے عروج کو یعنی جب اس نے اپنی انتہا کو پہنچنا ہے اور اس نے آخری غلبہ حاصل کرنا ہے، اس دور میں داخل ہو چکا ہے۔ اس انقلابِ عظیم حرکت کا اپنے آخری دور میں داخل ہو جانا ہم سے دو بنیادی مطالبے کر رہا ہے، اس وقت میں انہی دو مطالبوں کے متعلق آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

پہلا مطالبہ

اول: نوع انسانی کو امت واحدہ بنا کر اور ایک خاندان کی حیثیت میں محمد ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کرنے کا کام ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہماری اپنی صفوں میں کامل اور پختہ اتحاد قائم ہو۔ چنانچہ میں نے اس سے پہلے انصار اللہ کے اجتماع میں بتایا تھا کہ اسلام کے پہلے دور یعنی اسلام کی نشاۃ اولیٰ کی پہلی تین صدیوں میں خصوصاً اسلام کے ذریعہ اور محمد ﷺ کے افاضہ روحانیہ کے نتیجے میں انسانی زندگی میں بڑی انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں لیکن ایک چیز بڑی نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے اور وہ یہ کہ اس اتحاد میں جو اسلام کے پہلے دور کا اتحاد ہے انتشار بھی بڑا نمایاں ہے۔ مثلاً ہم فقہ کو لے لیتے ہیں۔ فقہ بھی دراصل عام قانون سے ملتی جلتی ہے یعنی جب عام قانون کو الہی تعلیم ہدایت کے مطابق مدون کیا جاتا ہے تو وہ فقہی مسائل بن جاتے ہیں مثلاً لین دین کے مسائل ہیں۔ لڑائی جھگڑے دور کرنے کے مسائل ہیں۔ میاں بیوی کے تعلقات کے مسائل ہیں۔ تجارتوں کے مسائل

ہیں۔ تجارتوں میں شراکت کے مسائل ہیں۔ ایک دوسرے کے اموال کی حفاظت کرنے۔ اموال غصب نہ کرنے۔ بددیانتی نہ کرنے اور خیانت نہ کرنے وغیرہ کے بارہ میں سارے قوانین کو فقہاء نے اسلامی ہدایت کی روشنی میں مدون کیا ہے۔ اگرچہ اسلام سے پہلے بھی دنیا کا قانون موجود تھا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے فقہائے اسلام نے دن رات ایک کر کے نوع انسانی کی اس میدان میں جو خدمت کی اس نے پہلی بار انسان کی آنکھ کھولی کہ اس رنگ میں یہ قوانین ہمارے سامنے آنے چاہئیں۔ ٹھیک ہے دنیا میں بعض پرانے قوانین ایسے ہیں جو بعض قوموں نے بنائے ہیں اور جن کا نام یورپ آج بھی لے رہا ہے لیکن وہ بنیادی حسن اور وہ بنیادی کمال ان قوانین کے اندر ہمیں نظر نہیں آتا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے انسان کی سوچ اور سمجھ اور عقل اور فکر کا دھارا اس طرف موڑا جس طرف انسان کی فطرت کا تقاضا تھا۔ پس اگرچہ فقہائے اسلام نے بڑا کام کیا۔ آئمہ اربعہ نے بڑی محنتیں کیں۔ انہوں نے نوع انسانی کے لئے بڑی تکالیف اٹھائیں اور بنی نوع انسان کے ہاتھ میں ایک خوبصورت فقہ اور قانون دیا لیکن اس کے باوجود امت مسلمہ میں چار مختلف گروہ بن گئے۔ ایک حنفی فقہ کو ماننے والے ہیں، ایک شافعی فقہ کو ماننے والے ہیں، ایک مالکی فقہ کو ماننے والے ہیں اور ایک حنبلی فقہ کو ماننے والے ہیں۔ پھر آگے ہر ایک میں اندرونی اختلاف ہیں۔ پس اتحاد کے اندر انتشار کہہ لیا جائے یا انتشار کے اندر اتحاد کہہ لیا جائے ایک ہی بات ہے۔ یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ انتشار کئی طور پر ایسا انتشار تھا جس نے امت مسلمہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تھے اور ان کا آپس میں کوئی اتصال ہی نہیں رہا تھا۔ ٹکڑے تو کر دیے تھے، لیکن ان کا اتصال بھی قائم رہا کیونکہ وہ سب متفق تھے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات پر۔ وہ سب متفق تھے، محمد ﷺ کے فضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہونے پر۔ وہ سب متفق تھے اسلام کے دین الہی ہونے پر کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر کامل اور مکمل شریعت نازل فرمائی ہے اور وہ تمام متفق تھے اس بات پر کہ قرآن کریم ایک عظیم ہمیشہ رہنے والی ہدایت پر مشتمل ہے جو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے انسان کے ہاتھ میں دی گئی ہے۔

غرض جو بنیادی مسائل تھے ان میں متفق تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات پر متفق ہونے کے باوجود خدا تعالیٰ نے جو یہ فرمایا تھا کہ میں اپنی ذات اور صفات میں بے مثل ہوں اور تمام صفات حسنہ سے متصف ہوں اور کوئی عیب اور نقص اور کمی اور برائی میری طرف منسوب نہیں ہو سکتی ان باتوں میں آگے اختلاف ہو گیا کسی نے کسی جگہ ٹھوکر کھالی اور کسی نے کسی جگہ ٹھوکر کھالی لیکن بنیادی طور پر اتحاد بھی بڑا ہے اور انتشار بھی بہت ہے۔ اس انقلاب عظیم کی حرکت کے پہلے دور میں دونوں چیزیں ایک ہی وقت میں ہمیں نظر آرہی ہیں۔ پس چونکہ نوع انسانی کو امت واحدہ بنا دینا نبی اکرم ﷺ کی پیشگوئیوں اور ارشادات کے مطابق مسیح اور مہدی علیہ السلام اور آپ کی جماعت کا کام ہے اس لئے آپ کی جماعت میں کسی قسم کا انتشار نہیں ہونا چاہیے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا نفرقوا کی رو سے اتحاد و اتفاق کا کامل نمونہ، جس میں کوئی رخ نہ ہو وہ ہماری جماعت میں نظر آنا چاہیے۔

دوسرا مطالبہ - بچہتی

دوم: اس انقلابِ عظیم کا اپنے دوسرے دور میں داخل ہو جانے کی وجہ سے دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ دین اسلام کے غلبہ کے لئے اور نوعِ انسانی کو امتِ واحدہ بنانے کے لئے جو منصوبے تیار کئے جائیں اور جو تدابیر اختیار کی جائیں ان میں بچہتی پائی جائے اور اس کی ضرورت خصوصاً اس لئے بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں انسان پر روحانی ترقیات کے بے انتہا دروازے کھولے ہیں وہاں اس کو شیطانی وساوس اور شیطانی رخنوں سے حفاظت نہیں دی۔ انسان کو قرآن کریم کے ذریعہ کامل ہدایت دی لیکن ساتھ ہی اس کو آزادی دی اور فرمایا ماہشا کرا و اما کفوراً چاہو تو خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن کر اسلامی تعلیم پر عمل کرو اور اگر چاہو اپنی مرضی سے کفرانِ نعمت کرو اور غلط راہوں پر پڑھ جاؤ ایک دوسری جگہ فرمایا حق آ گیا ہے فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر دوسری طرف قرآن کریم نے شیطان کے متعلق تمثیلی زبان میں ذکر کیا ہے۔ میں اس وقت اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ شیطان کیا ہے اور وہ کس طرح انسان پر حملہ کرتا ہے۔ یہ بحث میرے مضمون سے تعلق نہیں رکھتی میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم کہتا ہے شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے لیکن ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ وہ جتنا مرضی زور لگالے جو خدا کے بندے ہیں وہ تو خدا کے بندے ہی رہیں گے۔ اب چونکہ ساری دنیا کو ساری نوعِ انسانی کو امتِ واحدہ بنانا ہے اور امتِ واحدہ بنا کر خدا تعالیٰ کے قدموں میں جمع کرنا ہے اس لئے عقلاً بھی اس وقت شیطان کا حملہ اتنا زبردست ہونا چاہیے کہ اس سے پہلے اتنا زبردست حملہ کبھی نہ ہوا ہو چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”اسی قانونِ قدیم کے لحاظ سے خدا نے اپنے پاک نبیوں کی معرفت یہ خبر دی ہے کہ جب آدمؑ کے وقت سے چھ ہزار برس قریب الاختتام ہو جائیں گے تو زمین پر بڑی تاریکی پھیل جائے گی اور گناہوں کا سیلاب بڑے زور سے بہنے لگے گا اور خدا کی محبت دلوں میں بہت کم اور کالعدم ہو جائے گی تب خدا محض آسمان سے بغیر زمینی اسباب کے آدمؑ کی طرح اپنی طرف سے روحانی طور پر ایک شخص میں سچائی اور محبت اور معرفت کی روح پھونکے گا اور وہ مسیح بھی کہلائے گا کیونکہ خدا اپنے ہاتھ سے اس کی روح پر عطر ملے گا اور وہ وعدہ کا مسیح جس کو دوسرے لفظوں میں خدا کی کتابوں میں مسیح موعود بھی کہا گیا ہے شیطان کے مقابل پر کھڑا کیا جائے گا اور شیطانی لشکر اور مسیح میں یہ آخری جنگ ہوگا اور شیطان اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اور تمام ذریت کے ساتھ اور تمام تدبیروں کے ساتھ اس دن اس روحانی جنگ کے لئے تیار ہو کر آئے گا۔ اور دنیا میں شر اور خیر میں کبھی ایسی لڑائی نہیں ہوئی ہوگی جیسے کہ اس دن ہوگی کیونکہ اس دن شیطان کے مکائد اور شیطانی علوم انتہاء تک پہنچ جائیں گے اور جن تمام طریقوں سے شیطان گمراہ کر سکتا ہے وہ تمام طریق اس دن مہیا ہو جائیں گے تب سخت لڑائی کے بعد جو ایک روحانی لڑائی ہے خدا کے مسیح کو

فتح ہوگی اور شیطانی قوتیں ہلاک ہو جائیں گی اور ایک مدت تک خدا کا جلال اور عظمت اور پاکیزگی اور توحید زمین پر پھیلتی جائے گی اور وہ مدت پورا ہزار برس ہے جو ساتواں دن کہلاتا ہے بعد اس کے دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سو وہ مسیح میں ہوں اگر کوئی چاہے تو قبول کرے“
(لیکچر لاہور صفحہ ۳۲-۳۳ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۱۷۸-۱۷۹)

خلافتِ احمدیہ - عظمت و اہمیت

پس چونکہ یہ شیطان کے ساتھ آخری جنگ ہے اور چونکہ یہ شر اور خیر کے درمیان آخری معرکہ آرائی ہے اور چونکہ شیطان کی ساری تدبیریں اس میں استعمال کی جانے والی ہیں اس لئے آپ نے فرمایا کہ دنیا میں ایسی جنگ جو دین اور لادینیت، خیر اور شر کے درمیان لڑی جانی ہے۔ وہ آدم کی نسل میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ اور یہ وہی زمانہ ہے جس میں ہم داخل ہو چکے ہیں۔ اس جنگ میں شیطان کو مغلوب کرنے کے لئے اور اسے اس کی تدبیروں میں ناکام کرنے کے لئے اور اسلام کے حق میں آخری فتح حاصل کرنے کی کوشش کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جو منصوبے تیار کئے جائیں ان کے اندر کچھتی ہوئی نہیں کہ فریقہ میں کوئی اور منصوبہ تیار کیا جا رہا ہے۔ یورپ میں کوئی اور منصوبہ تیار کیا جا رہا ہے۔ امریکہ میں کوئی اور منصوبہ تیار کیا جا رہا ہے۔ دوسرے ممالک اور جزائر وغیرہ میں کوئی اور منصوبہ تیار کیا جا رہا ہے لیکن کچھتی اس صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ ایک وجود ہو جو منصوبہ تیار کرنے والا ہو اور وہ وجود جو ہے وہ جماعت احمدیہ کی خلافت ہے۔ آپ میں سے بہت سے سمجھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کی خلافت کس چیز کا نام ہے اور بہت سے نہیں سمجھتے۔ اس خلافت کی ایک صفت یہ ہے کہ اس خلافت کو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ میں اس خلافت کے ذریعہ اپنی قدرتوں کا زبردست ہاتھ دکھاؤں گا۔ یہ خدا تعالیٰ کی تائید یافتہ خلافت ہے۔ اس خلافت کا ایک وجود ہے، خلافت تو روح ہے اور اس کا جسم بھی ہے۔ (یعنی جماعت احمدیہ جسم ہے) روح اور جسم مل کر ایک وجود بنتے ہیں۔

خلیفہ وقت اور جماعت احمدیہ - ایک ہی چیز کے دو نام

۶۷ء میں ڈنمارک میں کوپن ہاگن کے مقام پر چند عیسائی پادری مجھ سے ملنے آئے ان میں سے ایک نے مجھے کہا کہ جماعت احمدیہ میں آپ کا کیا مقام ہے۔ میں نے اسے جواب دیا کہ میرے نزدیک آپ کا سوال درست نہیں ہے اس لئے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کا امام اور جماعت احمدیہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یعنی خلیفہ وقت اور جماعت دونوں مل کر ایک وجود بنتے ہیں اسی لئے خلافت کا یہ کام ہے کہ وہ جماعت کے دکھوں کو دور کرنے کی کوشش کرے، خلیفہ وقت آپ کے لئے دعا کریں۔ خلیفہ وقت بعض دفعہ ایسے حالات آتے ہیں کہ وہ ہفتوں ساری ساری رات آپ کے لئے دعائیں کر رہا ہوتا ہے جیسے ۷۴ء کے حالات میں دعائیں کرنی پڑیں۔

علیہ السلام جو حضرت موسیٰ کی امت کے مسیح اور خدا تعالیٰ کے ایک پیارے بندے تھے وہ خدا کے ایک رسول تھے۔ وہ ایک نہایت عاجز بندے تھے اور انہوں نے اپنی زندگی میں عاجزانہ راہیں اختیار کی ہوئی تھیں ان کو خدا بنا لینا یا خدا کا بیٹا تصور کر لینا بڑا ظلم ہے انسان کا اپنے اوپر اور دوسرے انسانوں پر بھی۔ عیسائیوں نے بڑا شور مچایا اور بہت بڑے بڑے دعوے کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے سے معاً پہلے کے جو پندرہ بیس سال ہیں وہ عیسائی پادریوں کے سال تھے۔ اس زمانے میں جانتے ہو؟ انہوں نے کیا کیا دعوے کئے تھے انہوں نے یہ دعوے کئے تھے کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے (نعوذ باللہ) جب خداوند یسوع مسیح کا جھنڈا مکہ اور مدینہ پر لہرائے گا عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب افریقہ کا بڑا عظیم خداوند یسوع مسیح کی جھولی میں ہوگا۔ انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ ہندوستان کے رہنے والوں میں سے (اس وقت ہندوستان کی تقسیم نہیں ہوئی تھی) اگر کسی کے دل میں کبھی یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ کسی ایک مسلمان کا چہرہ دیکھ لے مرنے سے پہلے تو ایک مسلمان بھی نہیں ہوگا ہندوستان میں جس کا چہرہ دیکھ کر وہ اپنی یہ خواہش پوری کر سکے۔

پس اس قسم کے دعوے تھے جو عیسائی پادری کر رہے تھے تب خدا تعالیٰ نے غلبہ اسلام کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھڑا کیا اور فرمایا میں تیرے ساتھ ہوں تو اکیلا ہے تو کیا ہوا میری مدد تیرے شامل حال رہے گی۔ اٹھ اور غلبہ اسلام کے لئے کام کر۔ تب آپؑ نے وہ گوشہ تنہائی چھوڑا جس میں دنیا سے چھپ کر اپنے رب کریم کی عبادت میں آپ مشغول رہا کرتے تھے اور اسی میں خوش تھے اور وہاں سے نکلنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن خدا نے فرمایا میں تجھے کہہ رہا ہوں اٹھ اور دین اسلام کی خدمت کر۔ چنانچہ مخالفین اسلام خواہ وہ عیسائی ہوں یا دوسرے مذاہب یا ازمز (ISMS) یا اسکولز آف تھٹ (Schools of Thought) کے ساتھ ان کا تعلق ہو ان کے مقابلہ میں خدا نے آپؑ کو ایسے دلائل سکھائے کہ آپ نے مخالفین اسلام کا منہ بند کر دیا اور اب یہ حال ہے کہ جماعت احمدیہ کے لٹریچر کے مقابلہ میں وہ کسی احمدی سے بات نہیں کرتے بڑے بڑے پادریوں نے بہت سارے علاقوں میں عیسائیوں کو یہ ہدایتیں دی ہوئی ہیں کہ کسی احمدی بچے تک سے خواہ وہ ساتویں آٹھویں کا طالب علم ہی کیوں نہ ہو اس سے بھی بحث نہ کرو اور نہ کوئی کتاب لے کر پڑھو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے۔ آپ نے اپنی کتاب ”مسیح ہندوستان میں“ اور اس کے علاوہ اور بھی کئی کتب میں لکھا کہ حضرت مسیح افغانستان کے راستے کشمیر گئے اور وہاں وہ فوت ہوئے۔ یوز آسف شہزادہ نبی نام سے وہاں وہ پکارے گئے اور وہاں وہ دفن ہیں۔ ان کی قبر اب تک موجود ہے۔ عیسائیوں نے اس پر ہنسی اڑائی، تمسخر کیا۔ وہ سمجھتے تھے ایک چھوٹے سے قصبے میں رہنے والا شخص ان کا کیا بگاڑ لے گا۔ مگر اس مدعی کے پیچھے خدا تعالیٰ کی جو طاقت کام کر رہی تھی ان کی دنیوی نگاہیں اس طاقت کو نہیں دیکھ رہی تھیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے الہام سے جو باتیں بتائی ہیں یہی لوگ جو ہنسی اور ٹھٹھا کر رہے ہیں اور اسلام کی دشمنی پر کمر بستہ ہیں، خود تحقیق کریں گے اور جو میں نے باتیں بتائی ہیں ان کے دلائل اکٹھے کریں

گے۔ چنانچہ اس زمانہ میں ان لوگوں نے بیسیوں سینکڑوں دلائل اکٹھے کر دئے اس بیان کی صداقت پر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح ناصر علیہ السلام کے متعلق دیا تھا کہ وہ صلیب پر نہیں مرے۔ صلیب پر سے زندہ اترے۔ زندہ رہے۔ بنی اسرائیل کی جو کھوئی ہوئی بھڑکیں تھیں یعنی جو مختلف قبائل ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے ان کو اکٹھا کرنے کے لئے وہ آئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اب حالت یہ ہے کہ اسی مذاکرہ کے سلسلہ میں جو اگلے سال گرمیوں میں ہوگا کئی ایک عیسائی پادریوں نے تحقیق کی ہے اور کتابیں لکھی ہیں۔ ایک پادری کو لکھا کہ شامل ہو تو اس نے کہا ہاں کوشش کروں گا کہ ضرور آؤں اور ساتھ یہ بھی لکھا کہ جب سے میں نے اپنی تحقیق کی کتاب شائع کی ہے کہ واقعی حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے اور کشمیر گئے اور وہاں فوت ہوئے ہیں تو لوگوں نے مجھے احمدی کہنا شروع کر دیا ہے۔ وہ کوئی یورپین یا امریکن عیسائی ہے۔ غرض روحانی اور اخلاقی دنیا میں ایک زبردست انقلاب آنا شروع ہو گیا ہے۔ میں بتا رہا ہوں کہ غلبہ اسلام کے لئے اور بنی نوع انسان کے دل محمد ﷺ کے لئے جیتنے کی خاطر جو منصوبے ہیں جب تک ان منصوبوں میں کچھتی نہ ہو اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پھر تو یہ ہوگا کہ کوئی منصوبہ دائیں طرف کھینچ رہا ہوگا اور کوئی بائیں طرف کھینچ رہا ہوگا اور نوع انسانی کو وہ فائدہ نہیں ہوگا جو خدا تعالیٰ کی بشارتوں اور اس کے احکام کے مطابق ہمارے مد نظر ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے شیطان خاموش تو نہیں بیٹھ سکتا وہ تو وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس کا تو کام ہی یہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کام کے لئے اسے اجازت دی ہے۔ جس طرح اسلام کے حق میں انقلاب عظیم شدت اختیار کر رہا ہے۔ اسی طرح شیطان کے حملے میں بھی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ایک شدت پیدا ہو رہی ہے اور شیطان کے حملے بنیادی طور پر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک جماعت مومنین میں اندرونی طور پر تفرقہ اور بد اعتقادات پیدا کرنے کی کوشش اور دوسرے مخالفین اسلام کو اکسانا کہ شاہد آگے بڑھو تم ہی جیتو گے۔ اور جب شیطان ہار جاتا ہے تو آرام سے کہہ دیتا ہے میں تو تم سے دھوکا کر رہا تھا۔ جھوٹے وعدے دے رہا تھا۔ ہارنے کے بعد وہ یہ زبان استعمال کرتا ہے لیکن شکست سے پہلے وہ یہ کہہ رہا ہوتا ہے شاہد آگے ہی جیتنا ہے تیز ہو جاؤ اسلام کے مٹانے کے دن آگئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

میں کہتا ہوں اسلام کے مٹانے کے دن نہیں آئے۔ اسلام کے غلبہ کے دن آگئے ہیں۔ انشاء اللہ میں آپ کو شیطانی وسوسے کی ایک مثال دیتا ہوں۔

حدیث مجددین اور اس کی عرفان انگیز تشریح

قرآن کریم نے کہا ہے کہ گاہے گاہے سال میں ایک آدھ بار منافقین کو جو شیطان کا آلہ کار بن جاتے ہیں جھنجھوڑتے رہنا چاہئے تاکہ وہ اپنے مقام کو پہچانیں اور حدیث شریف میں یہ جو آیا ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ ہوں گے جو تجدید دین کا کام کریں گے اس کو لے کر اور باقی ہر چیز کو پس پشت ڈال کر انہوں نے بعض لوگوں

کے دماغوں میں فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے وہ ہیں تو گنتی کے چند ہی مگر اس وقت زیادہ تر کراچی کی جماعت میں تیزی دکھا رہے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں ایسے لوگوں سے جو وسوسہ ڈالتے اور جماعت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں، وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ تم بھول میں ہو۔ خدا تعالیٰ کی یہ پیاری جماعت اور اس کے یہ پیارے نوجوان اور میرے بچے تمہاری دھوکا دہی میں کبھی نہیں آئیں گے انشاء اللہ۔

اب میں مختصراً کچھ اس حدیث کے متعلق کہنا چاہتا ہوں اور بتانا چاہتا ہوں کہ اس حدیث کے بارہ میں پہلوں نے کیا کہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا فرمایا اور اس حدیث کا مقام کیا ہے۔ یہ حدیث جو صحاح ستہ میں سے صرف ایک کتاب میں صرف ایک بار بیان ہوئی ہے، یہ ہے:-

إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا.

کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے ”مَنْ“ کھڑے کرے گا (مَنْ پر میں خاص زور دے رہا ہوں) یعنی اللہ تعالیٰ کئی لوگ ایسے پیدا کرے گا جو دین کی تجدید کریں گے اور اس کی رونق کو بڑھانے والے ہوں گے اور اگر بدعتیں بیچ میں داخل ہوگئی ہوں گی تو وہ ان کو نکالیں گے اور اسلام کا نہایت صاف اور خوبصورت چہرہ ایک بار پھر دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔ یہ حدیث ابوداؤد میں ہے۔ مستدرک میں ہے اور شاید ایک اور کتاب میں بھی ہے۔ صرف تین کتابوں میں ہمیں یہ حدیث ڈھونڈنے سے ملی ہے۔ اس کے مقابلے میں یہیں بتا دیتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں مہدی اور مسیح ہوں۔ مسیح کے متعلق میں نے جو حوالہ پڑھ کر سنایا ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جس مسیح کے متعلق خبر دی گئی تھی کہ وہ شیطان کے ساتھ آخری جنگ لڑے گا وہ میں ہی مسیح موعود ہوں آپ نے فرمایا کہ مسیح کے متعلق بشارتیں دی گئی ہیں جو کئی ہزار کتب میں پائی جاتی ہیں۔ کئی ہزار کتابوں میں یہ بشارت ہے کہ مسیح آئیں گے، ان کتابوں میں لکھا ہے کہ مسیح کی یہ علامتیں ہوں گی۔ یہ مہدی کی یہ علامتیں ہوں گی۔ نبی اکرم ﷺ نے بڑے پیار سے فرمایا ہے کہ ان لمہدینا ہمارے مہدی کے لئے خدا تعالیٰ نے اس کی صداقت کے دو نشان ایسے مقرر کئے ہیں جو ابتدائے دنیا سے آج تک کسی کی صداقت کے لئے مقرر نہیں کئے۔ اس فقرے میں بڑا پیار ہے اور اس میں مہدی کی نمایاں اور ارفع حیثیت بتائی گئی ہے۔

غرض حدیث کی رو سے نبی اکرم ﷺ کو ”مہدی مسیح“ سے جو پیار ہے اسے دیکھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مہدی کا یہ کام ہوگا کہ اسلام کو تمام بدعات سے پاک کر کے اس کا جو چمکدار چہرہ ہے اور روحانی حسن سے بھری ہوئی جو اصلی شکل ہے۔ اسے دنیا کے سامنے پیش کرے گا لیکن دنیا کو اسلام کے غبار آلود چہرہ کو دیکھنے کی اتنی عادت پڑ چکی ہوگی کہ وہ کہیں گے کہ تم کوئی نیا دین لے آئے ہو، ہم تو اسلام اسے نہیں سمجھتے۔ غرض آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہدی دین اسلام کو بدعات سے پاک کر کے پیش کرے گا اور لوگ یہ کہیں گے کہ تم نے اپنا نیا دین بنا لیا ہے۔ مہدی اور مسیح کے متعلق سینکڑوں ایسی احادیث ہیں جو پچھلے دو چار سال میں ہمارے سامنے آئی ہیں۔ جب نئی کتابیں چھپ کر ہمارے سامنے آئیں تو وہ احادیث بھی سامنے آگئیں

خصوصاً وہ کتابیں جو ایران سے بڑی خوبصورت چھپی ہوئی آئی ہیں۔ انہوں نے بڑی محنت سے ان روایات کو اکٹھا کیا ہے اور سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں ہر صدی پر مجدد آنے کی جو حدیث ہے وہ حدیث کی صرف دو تین کتابوں میں ہے مگر کسی حدیث کی کتاب میں مجھے کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جس میں یہ کہا گیا ہو کہ مجدد کی علامت یہ ہے یا اس کے لئے یہ نشان ظاہر کیا جائے گا۔ کسی ایک جگہ بھی نبی اکرم ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا اور نہ قرآن کریم میں اس کا ذکر آیا ہے۔ میں نے جب اس حدیث پر غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں یہ ہے ہی نہیں کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا۔ اس حدیث میں تو یہ ہے کہ ہر صدی کے سر پر ”من“ آئے گا۔ یعنی ایسے نائب رسول ﷺ آئیں گے جو تجدید دین کا کام کریں گے۔ من کے معنی عربی لغت کے لحاظ سے ایک کے بھی ہیں دو کے بھی ہیں اور کثرت کے بھی ہیں پس اگر کثرت کے معنی لئے جائیں تو یہ معنی ہوں گے کہ ہر صدی کے سر پر کثرت سے ایسے لوگ موجود ہوں گے (یعنی آنحضرت ﷺ کے خلفاء اور اخیار و ابرار) جو دین اسلام کی خدمت میں لگے ہوں گے۔ اس میں کسی ایک شخص واحد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

لسان العرب عربی لغت کی ایک مشہور کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ مَنْ کا لفظ تکون للواحد والاثنین والجمع کہ یہ لفظ واحد کے لئے بھی دو کے لئے بھی اور جمع کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور قرآن کریم کی لغت ”مفردات امام راعب“ میں ہے کہ يعبر به من الواحد والجمع والمذکر والمؤنث کہ اس سے واحد بھی مراد لی جاتی ہے اور جمع بھی مراد لی جاتی ہے۔ مذکر بھی مراد لیا جاتا اور مؤنث بھی مراد لی جاتی ہے۔ ان معنوں کے لحاظ سے حدیث کا یہ مطلب ہوگا کہ ہر صدی کے سر پر ایسے مرد بھی ہوں گے نیز خدا تعالیٰ کی درگاہ میں پہنچی ہوئی ایسی مستورات بھی ہوں گی۔ یعنی مرد بھی خدمت دین میں لگے ہوئے ہوں گے اور مستورات بھی۔ جب ہم قرآن عظیم کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ”من“ کا لفظ واحد بھی استعمال ہوا ہے اور جمع میں بھی استعمال ہوا ہے۔ سورہ بقرہ میں بلی من اسلم وجهه لله و هو محسن فله اجره عند ربہ۔ کہ جو شخص بھی اپنی توجہ اور اپنے سارے وجود کو خدا تعالیٰ کی طرف جھکا دے اور جو شرائط عبادات ہیں ان کو پوری طرح بجالائے تو فله اجرہ عند ربہ تو ایسے ہر شخص کے لئے خدا کے نزدیک اجر ہے۔ اور پھر فرمایا ولا خوف علیہم اور یہاں من کے متعلق جمع کا صیغہ آ گیا کہ یہ لوگ نہ خوفزدہ ہوتے ہیں کسی چیز سے اور حزن کرتے ہیں۔ سورہ یونس میں فرمایا ومنہم من يستمعون الیک۔ يستمعون عربی زبان میں جمع کا صیغہ ہے۔ اس جگہ من کے معنی بہت سے ایسے لوگوں کے ہیں جو بظاہر تیری طرف کان لگاتے ہیں اور سنتے ہیں لیکن وہ سن نہیں رہے ہوتے اور پھر سورہ تغابن میں ہے۔ ومن یومن باللہ و یعمل صالحا یکفر عنہ سیاتہ و یدخلہ جنت تجری من تحتہا الانہار خلدین فیہا۔ کہ جو کوئی بھی اللہ پر ایمان لائے گا عمل صالح کرے اللہ تعالیٰ کے فضل اس پر نازل ہوں گے اور جنات میں ان کو داخل کیا جائے گا۔ خلدین فیہا ابداء۔ اور وہ سارے کے سارے ان جنتوں میں رہنے والے ہوں گے۔ من کا مفہوم خلدین میں بیان کر دیا۔

جب ہم پہلے بزرگ محققین اور اولیاء اللہ کے اقوال کو دیکھتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ انہوں نے بھی من کے وہی معنی کئے ہیں جو میں اوپر بتا چکا ہوں۔ من یجدد کے متعلق امام المناوی فرماتے ہیں کہ اس میں ”من“ سے مراد ایک یا ایک سے زیادہ آدمی ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ہر ایک قوم کا دعویٰ ہے کہ اس حدیث سے اس کا امام ہی مراد ہے لیکن ظاہر بات یہی ہے کہ اس کو ہر ایک گروہ کے علماء پر چسپاں کیا جانا چاہیے۔ اور علقمی کہتے ہیں کہ تجدید سے مراد یہ ہے کہ اسلام کی جن باتوں پر عمل مٹ گیا ہے ان کو وہ از سر نو زندہ کرے اور وہ کہتے ہیں کہ خوب یاد رکھو مجدد کوئی دعویٰ نہیں کرتا بلکہ اس کا علم لوگوں کو بعض قرآن اور حالات اور ان کی خدمات سے ہوتا ہے جو وہ اسلام کی کرتا ہے۔ شیخ محمد طاہر گجراتی (۱۵۰۹-۱۵۷۸) جو سولہویں صدی میں ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں انہوں نے اس حدیث پر یہ نوٹ دیا ہے کہ اس کے مفہوم کے متعلق اتفاق ہی نہیں۔ علماء نے اختلاف کیا ہے۔ یعنی اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ کون مجدد تھا کس صدی کا اور کون نہیں تھا اور ان میں سے ہر ایک فرقہ نے اسے اپنے امام پر چسپاں کیا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اسے عام مفہوم پر محمول کیا جائے اور فقہاء سے مخصوص نہ کیا جائے کیونکہ مسلمانوں کو اولی الامر یعنی جو بادشاہ ہیں اور جو محدث ہیں اور جو قراء ہیں اور جو وعظ ہیں اور جو زاہد ہیں ان سب سے بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ سارے مجدد ہیں اور حدیث سے مراد یہ ہے کہ ہر صدی جب گزرے گی تو یہ لوگ زندہ ہوں گے۔ یہ نہیں کہ کوئی صدی ان کا نام و نشان مٹا ڈالے اور حدیث میں اس کے متعلق اشارہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ جو لوگ ہر صدی کے سر پر تجدید کا کام کریں گے وہ بڑے بڑے بزرگوں کی ایک جماعت ہوگی۔ چنانچہ پہلی صدی میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور فقہاء اور محدثین اور ان کے علاوہ دوسرے طبقات میں سے بھی بے شمار بزرگ تجدید دین کرنے والے ہیں و غیرہم مالا یحصی یعنی جن کو گنا نہیں جاسکتا اتنے مجدد صدی کے سر پر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ انہوں نے جمع کر دیئے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے جتنے ان کو یاد تھے ہر صدی کے سر پر ایک سے زیادہ علماء ان کا ذکر کر دیا ہے۔ ایک اور کتاب ہے ”درجات مرقاۃ الصعودی سنن ابی داؤد“ اس میں ابوداؤد کی مذکورہ حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ نسب یہ ہے کہ حدیث کو عام مفہوم پر چسپاں کیا جائے۔ پس اس سے لازم آتا ہے کہ جو صدی کے سر پر مبعوث ہو وہ ایک فرد نہ ہو بلکہ ہو سکتا ہے ایک یا ایک سے زائد ہوں کیونکہ گوامت اسلام کو فقہاء سے جو فائدہ پہنچتا ہے وہ بھی عام ہے لیکن اسے جو فائدہ ان کے علاوہ اولی الامر اور محدثین اور قراء اور واعظوں اور زاہد کے مختلف درجات سے پہنچتا ہے وہ بھی بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ ہر فن اور علم کا ایک فائدہ ہے جو دوسرے سے حاصل نہیں ہوتا۔ دراصل حفاظت دین میں قانون سیاست کی حفاظت اور ادب کا پھیلانا بہت اہم ہے کیونکہ اسی سے انسان کے خوف کی حفاظت ہوتی ہے اور قانون شرعی قائم ہوتا ہے اور یہ کام کا ہے۔ پس جو قانون شریعت نافذ کرنے والے حکام ہیں شیخ محمد طاہر گجراتی کے نزدیک وہ اسی طرح مجدد ہیں جیسے ایک فقہیہ مجدد ہوتا ہے یا جیسے صوفی بزرگ اور دعا گو لوگ مجدد ہیں۔

پس زیادہ بہتر اور مناسب یہی ہے کہ مانا جائے کہ اس حدیث میں ہر صدی کے سر پر ایسے بزرگوں کی ایک جماعت موجود ہونے کی طرف اشارہ ہے جو لوگوں کیلئے دین کو تازہ کریں گے اور تمام دنیا میں اس کی حفاظت کریں گے۔ علماء کے ایک گروہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ ذمہ داری تو ساری امت کی تھی یعنی امت مسلمہ کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دین اسلام کی تجدید کرے۔ جس طرح ہم آپ کو کہتے ہیں کہ آپ دین سیکھیں اور اس کو ساری دنیا میں پھیلائیں لیکن چونکہ سارے نہیں کرتے اس لئے ہر صدی میں ایک جماعت پیدا ہو جاتی ہے جو فرض کفایہ کے طور پر یہ کام کرتی ہے۔ کیونکہ وہ جماعت کام کرتی ہے اس لئے کہ جو نہیں کام کرتا اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اگر یہ بھی کام نہ کریں تو ان کے گناہ بھی معاف نہیں ہوں گے۔ پس حدیث شریف میں کسی ایک کے آنے کا ذکر نہیں نہ لغوی معنوں کے لحاظ سے اور نہ جو پہلے علماء تھے جن کے چند حوالے میں نے پڑھے ہیں ان کے اقوال کے مطابق اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اس کی تفسیر کی ہے اس کے مطابق۔ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے میرے مسیح ہونے کے متعلق اتنی کثرت سے احادیث پائی جاتی ہیں کہ ان کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچتی ہے۔ پھر میں نے یہ بھی بتایا ہے کہ حضرت مسیح اور مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق نشانات بتائے گئے ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے کہ مسیح کے زمانہ میں کتابیں شائع کرنے کیلئے پریس نکلیں گے۔ کتابوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کا سامان پیدا ہو جائے گا۔ جماعت احمدیہ کے کسی مبلغ کو افریقہ بھیجنا ناممکنات میں سے نہیں ہوگا بلکہ ذرائع آمد و رفت اتنے ترقی کر چکے ہوں گے کہ جہاں انسان سالوں میں نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں گھنٹوں میں پہنچ جائے گا۔ یہاں سے انگلستان کی ساری اڑان بمشکل نو دس گھنٹے کی ہے۔ اسی طرح ہمارے مبلغ جو افریقہ جاتے ہیں ہوائی جہازوں کے ذریعہ ان کے اصل اڑنے کا وقت ۱۰-۱۱ گھنٹے ہے۔ بیچ میں ہوائی جہاز ٹھہرتا ہے اور کچھ زیادہ وقت لے لیتا ہے۔ اب ایک ہفتے میں لوگ قریباً تین دفعہ ساری دنیا کا چکر لگا لیتے ہیں۔ ہمارے مسلمان سیاح کو علم کے حصول کیلئے آدھی دنیا میں جانا ہوتا تھا تو وہ ساری عمر کیلئے گھر والوں کو الوداع کہہ کر نکلتا تھا۔ لیکن اب ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کیلئے ہوائی جہازوں کی سہولتیں میسر ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں ایک بنیادی اصول بتایا ہے اور وہ یہ کہ حدیث یعنی وہ ارشاد جو نبی کریم ﷺ کی زبان سے نکلا اور پھر اسے روایت محفوظ کیا گیا۔ وہ ذرہ بھر بھی نہ قرآن پر کوئی چیز زائد کرتا ہے اور نہ کم کرتا ہے۔ اس اصول کو تم اچھی طرح سے سمجھ لو اور ذہن میں رکھو۔ اب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو اس کے شروع سے آخر تک گویا سارے قرآن میں تجدید دین یا مجدد کا کوئی لفظ نہیں ملتا۔ تب ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دوسری بات بتائی اس کے مطابق غور کرنا پڑے گا۔ آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے جو بھی فرمایا ہے وہ قرآن کریم کی کسی نہ کسی آیت کی تفسیر ہے۔ پھر آپ نے یہ فرمایا کہ محمد ﷺ کا بڑا ارفع اور بلند مقام تھا۔ خدا تعالیٰ سے آپ علم سیکھتے تھے۔ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ آپ قرآن کریم کی کسی آیت کی اتنی دقیق تفسیر کر جائیں

کہ عام آدمی کے دماغ کو اس کے ماخذ کا پتہ نہ لگے اور سمجھ میں نہ آئے کہ یہ کس آیت کی تفسیر ہے۔ آپ نے فرمایا کسی کو سمجھ آئے یا نہ آئے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر نہ ہو۔ اگر تجدید دین والی یہ حدیث درست ہے (اور ہے یہ درست) تو یہ قرآن کریم کی کسی نہ کسی آیت کی تفسیر ہونی چاہیے اور اگر یہ قرآن کریم کی کسی آیت کی بھی تفسیر نہیں (میں سمجھتا ہوں کہ یہ کہنا غلط ہوگا یہ ضرور کسی آیت کی تفسیر ہے) تو پھر اس کو ہم یہ کہیں گے کہ یہ حدیث صحیح نہیں کسی راوی نے کہیں سے غلط بات اٹھالی اور آگے بیان کر دی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ جس آیت کی تفسیر ہے وہ آیت استخلاف ہے جس کی ابھی قاری صاحب نے تلاوت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وعد الله الذين امنوا منكم و عملوا الصلحت ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم و ليكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم و لبيد لنهم من بعد خوفهم امننا بعد و ننى لا يشر كون بي شيئاً و من كفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون۔ (النور آیت ۵۶)

اس آیت کریمہ کو آیت استخلاف کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے خلیفہ اور مجدد کا لفظ اکٹھا استعمال کیا ہے ہمیں بتانے کیلئے کہ جہاں ہم مجدد بولتے ہیں وہاں سے مراد خلیفہ ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ حدیث قرآن کریم کے مفہوم سے مطابقت نہیں رکھتی تو ہمیں یہ حدیث چھوڑنی پڑے گی۔

آیت استخلاف

اب میں آیت استخلاف کو لیتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیت استخلاف کے جو معنی کئے ہیں اس سے پہلے جو بات میں بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد اب ہر خیر کے آزادانہ حصول کے ذرائع بند ہو گئے یعنی کوئی شخص بھی اپنے طور پر آزادانہ خدا تعالیٰ سے کوئی خیر حاصل نہیں کر سکتا۔ یعنی یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی شخص کا نبی کریم ﷺ سے کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہو اور اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی بشارت مل جائے، کوئی روحانی مقام مل جائے یا کوئی رتبہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسے نبی کریم ﷺ کے افاضہ روحانیہ کی ضرورت نہیں اور وہ آپ کے روحانی افاضہ کے بغیر کوئی مقام حاصل کر سکتا ہے خواہ وہ کتنا چھوٹا مقام کیوں نہ ہو تو وہ ذریت شیطان ہے۔ پس جب یہ حقیقت ہمارے سامنے آئی کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد (اصل میں تو پہلے بھی یہی تھا لیکن وہ ذرا دقیق مسئلہ ہے اور ہمیں اس کے بیان کرنے کی اس وقت ضرورت نہیں۔ بہر حال) اگر ہمیں ہر خیر محمد ﷺ کے افاضہ روحانیہ کے نتیجے میں ملنی ہے تو جس حد تک ہمیں یہ خیر ملے اور اس سے ہم دوسروں کو فائدہ پہنچائیں تو یہ گویا محمد ﷺ کی نیابت میں ہم فائدہ پہنچا رہے ہوں گے۔ یعنی جو دوسرے کو ہم سے کوئی فائدہ پہنچ رہا ہے یا ہم اسے جو فائدہ پہنچا رہے ہیں وہ دراصل محمد ﷺ کی

نیابت میں ہم پہنچا رہے ہیں اور اسی نائب کو خلیفہ کہتے ہیں۔ یہ عام معنی ہیں اور اس معنی میں امت محمدیہ میں ہر وہ شخص جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کے افاضہ رحانیہ کے ذریعہ کوئی خیر حاصل کیا یا کوئی فائدہ حاصل کیا اور اسے لوگوں تک پہنچایا وہ اپنے محدود دائرے میں نبی کریم ﷺ کا خلیفہ اور نائب ہے اور ساری امت محمدیہ نبی کریم ﷺ سے فیض حاصل کر رہی ہے سوائے منافقوں کے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں یا ان لوگوں کے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے فی قلوبہم مرض کہ ان کے دل بیمار ہیں یا ان لوگوں کے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم تو ان کو بلندیوں کی طرف لے جانا چاہتے تھے لیکن اخلدالی الارض وہ زمین کی طرف جھک گئے۔

اس فیض کی دو حد بندیاں ہیں۔ ایک تو انسان کی اپنی استطاعت ہے یعنی خدا تعالیٰ نے کسی کو جتنی طاقت نبی اکرم ﷺ سے فیوض حاصل کرنے کی دی ہے اس طاقت کے مطابق ہی وہ فیوض حاصل کر سکتا ہے۔ مثلاً کسی کو صدیق بننے کی طاقت دی وہ صدیق بن سکتا ہے۔ کسی کو شہید بننے کی طاقت دی وہ شہید بن سکتا ہے۔ کسی کو صالح بننے کی طاقت دی وہ صالح بن سکتا ہے۔ جس آدمی کو صرف صالح بننے کی طاقت دی گئی ہے وہ صالح کی بجائے شہید نہیں بن سکتا جس کو صرف شہید بننے کی طاقت دی گئی ہے وہ صدیق نہیں بن سکتا۔ ہر شخص اپنی خداداد استعداد اور صلاحیت کے مطابق دنیا میں بھی ترقی کرتا ہے اور روحانیت میں بھی ترقی کرتا ہے۔ یہ ایک واضح مسئلہ ہے۔ تاہم یہ جو صلاحیتیں اور قوتیں ہیں ان میں بڑا فرق ہے اور یہ فرق کیوں ہے؟ یہ ایک علیحدہ سوال ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر بھی بڑی سیر حاصل بحث کی ہے لیکن اس مضمون سے میری تقریر کا تعلق نہیں۔ پس ایک یہ حد بندی ہے کہ ہر شخص کا جو دائرہ استعداد ہے اس دائرے سے وہ باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ یہ ناممکنات میں سے ہے دوسرے یہ کہ انسانی ترقیات کیلئے جو دائرہ استعداد ہے اس کے اندر اس کو مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ اگر ایک شخص کو صدیق بننے کی طاقتیں خدا نے دی تھیں اپنے فضل اور رحمت کے ساتھ لیکن اس نے دین کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور بجائے صدیق بننے کے وہ چور بن گیا تو اس نے کچھ بھی نہ حاصل کیا۔ لیکن اگر وہ صدیق نہیں بنا، شہید بھی نہیں بنا، صالح بن گیا تو دائرہ استعداد اس کا ایسا تھا کہ وہ صدیق بن سکتا تھا لیکن اس کی اپنی تدبیر اور مجاہدہ اس کے مطابق نہیں تھا اس کی اپنی کوشش، اس کی اپنی لگن، اس کے دل میں یہ جلن کے اے خدا جتنا میری جھولی میں آسکتا ہے وہ مجھے دیدے۔ رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر ہر خیر جو تو مجھے دے سکتا ہے دے دے۔ خدا تعالیٰ کو تو پتہ ہے کہ کس قسم کی استعداد میں نے دی ہے۔

پس یہ وہ حدود ہیں جن کے اندر رہتے ہوئے انسان ترقی کر سکتا ہے۔ وہ اپنے دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتا۔ دائرہ استعداد کے اندر اپنے ایثار، اپنے اخلاص، خدا تعالیٰ سے اپنی محبت اور محمد ﷺ سے عشق کے مطابق اس کی صلاحیت اور قوت کا جو دائرہ ہے وہ اس کی انتہاء کو پہنچ سکتا ہے اور جو شخص بھی اس کوشش اور مجاہدہ میں دعاؤں کے ذریعہ سے اور خدا تعالیٰ کے حضور جھک کر اور عاجزانہ اور متضرعانہ دعائیں کر کے خدا تعالیٰ سے خیر مانگتا ہے اور پھر

اس کو کچھ ملتا ہے تو یہ محمد ﷺ کے افاضہ روحانیہ کے طفیل ملتا ہے اور اس حد تک وہ آپ کا خلیفہ اور نائب ہے کیونکہ آگے پھر اس سے لوگوں کو فیض ملتا ہے۔ کیونکہ محمد ﷺ تو وہ عظیم ہستی ہیں جن کے متعلق کہا گیا ہے لعلمک باضع نفسک الا یکنوا مومنین کہ تیرا کوئی دشمن ہی نہیں۔ جو لوگ تیرے بدترین دشمن ہیں ان کیلئے بھی تیری یہ حالت ہے کہ وہ تو اپنی جان دینے کیلئے تیار ہے کہ کسی طرح وہ ایمان لے آئیں اور خدا تعالیٰ کے قہر اور اس کے غضب سے محفوظ ہو جائیں۔ اس لئے جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کے افاضہ روحانیہ سے کچھ حاصل کرتا ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ صرف اپنی جگہ کھڑا رہے اور اس خیر کو جو اسے حاصل ہوئی ہے اپنے تک محدود رکھے بلکہ وہ اسے آگے پہنچاتا ہے اور اس میں دوسروں کو بھی اپنے ساتھ حصہ دار بناتا ہے اور افاضہ خیر اس لئے ہوا کہ اس نے ایک حد تک ایک دائرہ میں محمد ﷺ کو اسوہ حسنہ بنایا۔ وہ اسے اپنے پاس کیسے رکھ سکتا ہے۔

جنگ خندق کے موقع پر کھانے کی بڑی کمی ہو گئی تھی اس لئے آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ بھوک سے بے حال ہو گئے تھے۔ بزرگوں کا یہ تجربہ ہے کہ اگر بھوک کی تکلیف ہو یعنی پیٹ میں کچھ نہ ہو، پیٹ خالی ہو تو اس سے جو پیٹ کو تکلیف ہوتی ہے اس کو دور کرنے کی ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ پیٹ پر پتھر رکھ کر اس کو کسی کپڑے سے باندھ لیں۔ کپڑے سے بندھا ہوا وہ پتھر معدے کو دبا دے گا تو بھوک کا احساس زیادہ شدت سے نہیں رہے گا۔ غرض بھوک کی جب یہ حالت تھی تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اب تو حد ہو گئی۔ ہماری تکلیف انتہاء کو پہنچ گئی۔ کھانا ملتا نہیں۔ کفار کی فوج نے ہمارا گھیراؤ کیا ہوا ہے۔ ہمارے کھانے پینے کی چیزیں باہر سے آتی تھیں ان کے رستے بند ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر کہنے لگا یہ دیکھیں! یہ حال ہو گیا ہے۔ اب ہمیں پتھر باندھنے پڑ گئے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو پھر یہ بھی دیکھو۔ آپ نے اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھایا تو اس کے ایک پتھر کے مقابلے میں آپ نے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ اس حالت میں ایک صحابی جن کے پاس گھر میں تھوڑا سا آٹا تھا اور ایک بکروٹا تھا انہوں نے بکروٹا ذبح کیا اور صاف کرنے کے بعد بیوی سے کہا تم کھانا تیار کرو میں محمد ﷺ کے کان میں جا کر کہتا ہوں کہ میں نے آپ کی دعوت کی ہے کھانا تیار ہے آکر کھالیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کو یہ پتہ تھا کہ دس پندرہ آدمیوں سے زیادہ یہ کھانا پورا نہیں ہو سکتا۔ وہ آہستہ سے کہنے لگا یا رسول اللہ ہمارے گھر میں کچھ کھانا تیار ہے حضور آکر کھانا کھالیں۔ اسے پتہ تھا کہ کئی دنوں کے فاقے ہیں۔ جب آپ نے یہ سنا تو آپ کا اسوہ حسنہ دیکھیں کہ آپ نے یہ اعلان کر دیا کہ اے لوگو! فلاں شخص نے ہماری دعوت کی ہے چلو چل کر کھانا کھالیں۔ اس حالت میں پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے ہیں آپ کیلئے نہیں جاتے بلکہ باقی لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ جس نے محمد ﷺ کے فیض سے کچھ حاصل کیا ہے اس کے متعلق یہ سمجھ لیں کہ وہ اپنے تک اسے محدود نہیں رکھ سکتا۔ اس نے بہر حال اپنے ساتھ اوروں کو بھی حصہ دار بنانا ہے۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمایا تو بہت سارے لوگ جو جاسکتے تھے وہ تیار ہو گئے۔ آپ نے اس صحابی سے کہا واپس اپنے گھر جاؤ اور بیوی سے کہو جب تک میں نہ آؤں اس وقت تک سالن برتنوں

میں نہ ڈالے بس پتیلے کے اندر رکھے اور روٹیاں پکانا بھی شروع نہ کرے۔ وہ دوڑا دوڑا گھر گیا اور بیوی سے کہا۔ دیکھنا سالن کو ہاتھ نہ لگانا اور آٹا بھی اسی طرح رہنے دو آنحضرت ﷺ تشریف لارہے ہیں۔ وہ اپنے دل میں کہنے لگا پتہ نہیں کیا حال ہوگا آنحضرت ﷺ نے سب میں اعلان کر دیا کہ آجاؤ کھانا کھا لو۔ خیر آپ تشریف لائے اور آپ نے سالن پر بھی اور آٹے پر بھی دعا کی اور پھر اپنے ہاتھ سے تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ سالن بھی کافی ہو گیا اور روٹیاں بھی کافی ہو گئیں۔ ویسے یہ کھانا کافی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک نشان دکھایا۔

پس میں بتا رہا ہوں کہ جس شخص نے محمد ﷺ سے فیض حاصل کیا وہ اس کو ایک کبوتر کی طرح اپنے تک محدود کیسے رکھ سکتا ہے۔ جو آدمی اس عظیم سخی کی سخاوت سے سیراب ہوا ہو جس کی سخاوت کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا (ﷺ) اور اسی کے اسوہ حسنہ پر چل کر اس نے کچھ حاصل کیا ہو وہ تو اس فیض کو آگے بانٹے گا۔ جب وہ بانٹے گا تو نائب کے طور پر بانٹے گا وہ اپنی طرف سے تو نہیں بانٹے گا اور اس حد تک وہ خلیفہ بن گیا۔ تو گویا خلفاء کی لاکھوں کی فوج ہے جو محمد ﷺ سے فیض حاصل کر کے آگے پہنچاتے ہیں۔

دوسرا وعدہ

آیت استخلاف میں دوسرا وعدہ یہ ہے جو بزرگ ہیں وہ بھی جیسا کہ میں نے بتایا ہے گنتی کے تو نہیں۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ اتنے بزرگ اولیاء اللہ تھے کہ جن کا کوئی شمار نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں ان کے دین کی تجدید کیلئے ایک ایک وقت میں چار چار سونبی ہوتے تھے۔ امت محمدیہ تو بڑی وسعتوں والی امت ہے اور یہ تو ساری دنیا میں پھیلنے والی ہے اس میں تو سینکڑوں کے مقابلے میں ہزاروں ہوں گے مگر یہ خلفاء ہیں۔ ”خلفاء کے سلسلہ“ میں آپ نے فرمایا کہ جس طرح کما استخلف الذین من قبلہم میں ”کما“ مشابہت کیلئے آیا ہے یعنی جس طرح امت موسویہ میں ایک وقت میں چار چار سونبی ہوتے تھے اسی طرح امت محمدیہ میں چار چار سو سے کہیں زیادہ خلفائے محمد ہوں گے جو دین کی خدمت کرنے والے ہوں گے اور چونکہ انہوں نے تجدید کرنی ہے اس لئے وہ مجدد بھی ہیں اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ ہر نبی مجدد ہے لیکن ہر مجدد نبی نہیں۔ تھوڑی سی تجدید دین کرنے کے لحاظ سے امت کی اکثریت بطور خلیفہ محمد ﷺ مجدد بھی ہے وہ تجدید دین کرتے ہیں لیکن نبی تو نہیں بن گئے۔

ہر خلیفہ مجدد ہوتا ہے

اس وقت جماعت احمدیہ میں تیسرے خلیفہ کا زمانہ گزر رہا ہے۔ چنانچہ مجھ سے پہلے ہر دو خلفاء کا اور میرا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر خلیفہ مجدد بھی ہوتا ہے لیکن ہر مجدد خلیفہ نہیں ہوتا کیونکہ خلافت ایک بہت اونچا مقام ہے

ایسے مجدد سے جو خلیفہ نہیں یعنی اس معنی میں جس کو ہم خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پہلے خلفاء ہوں گے پھر بادشاہت شروع ہو جائے گی اور پھر آخری زمانے میں منہاج نبوت پر خلفاء کا زمانہ آجائے گا اور یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پھر اس کا سلسلہ قیامت تک چلے گا۔ یہی مطلب ہم لیتے ہیں کیونکہ یہی مطلب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیا ہے۔ ایک لحاظ سے محمد ﷺ سے فیض حاصل کرنے والا ہر شخص آیت استخلاف کے ماتحت آپ کا نائب ہے اور اسی کو ہم خلیفہ کہتے ہیں اور ایک دوسرے لحاظ سے انبیائے بنی اسرائیل کے مقابلے میں انعامات نبوت حاصل کرنے والے اس سے زیادہ تعداد میں جتنے امت موسویہ میں تھے امت محمدیہ میں وہ خلفاء ہیں۔ یہ ایک دوسرا سلسلہ خلافت کا ہے اور ایک تیسرا سلسلہ خلافت کا ہے اور یہ تیسرا سلسلہ خلافت کا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اس سلسلہ خلافت میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں گن کر اور شمار کر کے ہمیں بتایا ہے کہ وہ تیرہ خلیفے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تیرہ امت موسویہ یعنی بنی اسرائیل میں اور تیرہ ہی محمد ﷺ کے بعد امت محمدیہ میں ہوئے اور ان تیرہ سے تیرہواں اور آخری میں ہوں۔ اور یہ خلافت کا ایک علیحدہ سلسلہ ہے۔ آپ نے فرمایا میں مجدد الف آخر ہوں۔ میں امام آخر الزماں ہوں۔ میں آخری ہزار سال کا آدم ہوں مختلف الفاظ استعمال کر کے آپ نے اپنے مقام کو ظاہر کیا۔

پس یہ جو سلسلہ خلافت ہے اس میں تیرہ خلیفے ہیں چودھواں کوئی نہیں۔ اس کی گنجائش ہی کوئی نہیں۔ ہاں بنی اسرائیل کے انبیاء کے مقابلے میں ہزاروں کی تعداد میں محمد ﷺ کے خلفاء آتے رہیں گے۔ ان کو انعامات نبوت ملیں گے مقام نبوت ان کو نہیں ملے گا۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے آج اسلام کی جو جنگ لڑی جا رہی ہے اس میں اتحاد اور یک جہتی کی ضرورت ہے اس لئے جماعت کے اندر ایک ایسا اتحاد ہونا چاہیے جس میں انتشار کا شائبہ تک نہ ہو اور جو شیطانی تدبیریں اور منصوبے ہیں ان کے خلاف ایسا منصوبہ اور تدبیر کی جائے جس میں پوری یک جہتی ہو۔ یہ نہ ہو کہ کچھ ادھر سے دباؤ پڑ رہا ہو اور کچھ ادھر سے دباؤ پڑ رہا ہو۔ اس یک جہتی اور اس اتحاد کو قائم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمایا کہ تیرے بعد میں ایک ایسا سلسلہ خلافت قائم کر رہا ہوں جو قیامت تک قائم رہے گا (میں آپ کا کوئی اقتباس نہیں پڑھ رہا۔ کم و بیش اپنے الفاظ میں بتا رہا ہوں اس لئے ہو سکتا ہے کہ الفاظ میں کچھ فرق پڑ جائے) آپ نے فرمایا میں خدا تعالیٰ کی مجسم قدرت ہوں۔ خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر اپنی زبردست قدرت کا مظاہرہ کیا ہے اور یہ کہ میرے بعد خدا تعالیٰ بعض اور وجودوں کے ہاتھ پر اپنی زبردست قدرت کو ظاہر کرے گا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ اسلام کو غالب کرنے کیلئے اس نے ایک نظام قائم کر دیا ہے۔ فرمایا ایک زبردست قدرت جو میرے بعد تمہیں ملنے والی ہے یہ بالاتصال یعنی کسی وقفے کے بغیر قیامت تک تمہارے ساتھ رہے گی۔ پھر آپ نے ایک دوسری جگہ فرمایا جب قیامت کا زمانہ آئے گا تو وہ نسل آدم پر قیامت ہے۔ ہمارے آدم کی نسل تباہ ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعودؑ محض مجدد نہیں امام آخر الزمان بھی ہیں

میں مختصراً بتا دیتا ہوں آپ سن لیں اور یاد رکھیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اس معمورہ دنیا میں یعنی یہ جو ہماری زمین ہے اس میں ایک آدم پیدا نہیں ہوا بلکہ بیسیوں سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدم ہمارے آدم سے پہلے پیدا ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ قانون نافذ ہے کہ ہر آدم کا دور سات ہزار برس کا ہوتا ہے یعنی ہر آدم کے آنے کے سات ہزار سال بعد اس کی نسل پر قیامت آجاتی ہے اور اگر خدا چاہے تو ایک اور آدم پیدا کر دیتا ہے۔ اب ہمارے اس آدم کی نسل کی جو عمر ہے اس کے ساتویں ہزار میں داخل ہو گئے ہیں اور یہ آخری ہزار سال خدا اور اس کے مسیح کا ہے۔ اور یہ ہزار سال صلاحیت اور نیکی کا اور تقویٰ کا ہے۔ یعنی اسلام سب ادیان پر غالب آجائے گا۔ پھر اسلام کا دور شروع ہو جائے گا۔ اس کے بعد کسی مسیح کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پھر نبی پیدا کرنے کی خدا تعالیٰ کی جو طاقت ہے کیا وہ ختم ہو جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کہتے ہیں ہمارے آدم کی نسل میں ایک لاکھ بیس ہزار یا بعض کہتے ہیں ایک لاکھ بیس ہزار نبی پیدا ہوئے۔ اگر اس آدم کی نسل پر قیامت پڑی اور ایک اور آدم پیدا ہو گیا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار اور نبی پیدا ہو جائے گا۔ پس خدا تعالیٰ کی یہ طاقت ہے کہ وہ نبی پیدا کرتا ہے۔ اس کی یہ طاقت بند تو نہیں ہوئی۔ صرف اس نبوت کے مخاطب بنائے آدم جو ہمارا آدم ہے، وہ نہیں ہوں گے بلکہ بنائے آدم آخرو بعد میں آنے والا آدم ہے اس کے ہوں گے۔ ہمیں نہیں پتہ نہ ہمیں اس میں کوئی دلچسپی ہے، اپنی خیر منانی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول نہ لیں۔ اس کے بعد ہمیں پتہ نہیں اس دنیا میں سوا آدم آتا ہے یا ہزار آدم آتا ہے یا ایک لاکھ آدم آجاتا ہے۔ لیکن اگر ایک لاکھ آدم آئے اور ایک لاکھ کو ایک لاکھ بیس ہزار سے ضرب دے دو پھر بارہ ارب نبی تو آگئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کوئی اعتراض نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ منافق جب یہ کہتا ہے تو وہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو گرا کر کہتا ہے کہ آپ مجدد تھے اور صدی کے آخر میں ایک اور مجدد آئے گا۔ لیکن سنو آپ محض مجدد نہیں تھے آپ مسیح بھی تھے، آپ مہدی بھی تھے، آپ امام آخر الزماں بھی تھے آپ مجدد الف آخر بھی تھے، آپ محمد ﷺ کے سب سے زیادہ محبوب بھی تھے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو فرمایا ہے کہ قیامت تک کا زمانہ تمہارا زمانہ ہے۔ اس لئے کوئی شخص آپ سے یہ زمانہ چھیننے کیلئے تو نہیں آسکتا البتہ آپ کا خادم ہو کر آسکتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے جو خادم آئے ہیں وہ خلفائے سلسلہ حقہ احمدیہ ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادموں کے لشکر میں شامل ہو کر اور پھر مسیح موعود علیہ السلام اپنے ان تمام خدام کے لشکر کے ساتھ محمد ﷺ کے دربار میں بطور ایک خادم کے کھڑے ہوئے ہیں۔ اللہم صل علی محمد و آل محمد۔

اب ہم عہد دہرائیں گے۔ اس کے بعد ہم دعا کریں گے۔ پھر میں آپ کو السلام علیکم کہوں گا اور آپ کو رخصت کروں گا۔ میری دعا ہے سفر و حضر میں اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔

عہد دہرانے کے بعد حضورؑ کی اقتداء میں دعا پر یہ بابرکت اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

(بحوالہ روزنامہ افضل ۲۱ مئی ۱۹۷۸ء)